اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم وبہ نستعین

رمضان المبارک کی آمد آمد ہے اور یہ شمارہ آپ تک پہنچتے پہنچتے رمضان المبارک کا آغاز ہو چکا ہوگا۔ اس ماہ مبارک میں لوگ عموماً زیادہ مائل بعبادت ہوتے ہیں اور شیاطین کے قید کر دیئے جانے یا ماحول کے بدل جانے سے یا فضل ایزدی کے بندوں کی جانب زیادہ متوجہ ہونے کی بناء پر بدنی ومالی عبادات کی طرف دل مائل ہونے لگتے ہیں۔ ماہ صیام میں لوگ زکوۃ سے متعلق عموماً سوال کرتے ہیں اور وہ جاننا چاہتے ہیں کہ انہیں ان کے کن اموال پر کس شرح سے اور کیسے زکوۃ ادا کرنی ہے۔ چنانچہ آج زکوۃ کے بعض مسائل ومعاملات پر گفتگو ہوگی۔

جاننا چاہئے کہ زکوۃ ان اموال پر ہے جو فقہ کی اصطلاح میں نامی ہوں یعنی جن میں نمو' بڑھوتری' ہو اور پھر نمو یا بڑھوتری کی دو صورتیں فقہاء نے بیان کی ہیں کہ یا تو حقیقتا مال بڑھنے والا ہو یا حکما (تقدیرا) بڑھنے والا ہو۔

حقیقتا بڑھنا یہ ہے کہ جیسے جانور توالد وتناسل کے ذریعہ بڑھتے ہیں کہ ان میں بچے پیدا ہوتے اور ریوڑ میں اضافہ ہوتا رہتا ہے' یا تجارت میں لگایا ہوا مال منافع کے ذریعہ بڑھتا رہتا ہے۔

حکما یا تقدیرا بڑھنا یہ ہے کہ مال حقیقت میں تو بڑھنے والا نہ ہو مگر اسے بڑھنے والا کہا جا سکتا ہو کہ اگر مالک اسے بڑھانے کے ذرائع اختیار کرے تو وہ بڑھنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

دوسری بات یہ کہ زکوۃ ایسے اموال پر لاگو ہوتی ہے جو فارغ عن الدین اور فارغ عن الحاجۃ الاصلیۃ ہوں۔ دین سے مراد ایسا قرض ہے کہ جس کی ادائیگی فوری یا کچھ مدت کے اندر کرنا لازم ہے ۔چنانچہ اگر کسی شخص پر ایسا قرض ہے تو قرض کی رقم منہا کر کے باقی جو مال بچے گا اس پر زکوۃ دینا ہوگی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر خطبہ میں فرمایا فمن کان لہ مال وعلیہ دین فلیحسب مالہ بما علیہ ثم لیزک بقیۃ مالہ۔ یعنی اگر کسی کے پاس مال ہے اور اس پر قرض بھی ہے تو وہ قرض کی رقم منہا کر کے زکوۃ ادا کرے۔

☆ الصوم نصف الصبر ☆ روزہ صبر کا نصف ہے ☆

مثلاً ایک شخص کے پاس ایک لاکھ روپے ہیں جو اس کی حوائج اصلیہ (ضروریات زندگی) سے زائد ہیں مگر اس پر اسی ہزار روپے قرض بھی ہے جو اسے جلد ادا کرنا ہے تو وہ قرض کی رقم منہا کر کے باقی بیس ہزار پر زکوۃ ادا کرے گا۔ پھر فقہاء نے دین (قرض) کی اقسام بیان کی ہیں کہ کون سا دین مانع زکوۃ ہے اور کونسا نہیں۔ خلاصہ ان کے اقوال کا یہ ہے کہ وہ قرض جس کی ادائیگی کی مہلت طویل ہے (جسے دین طویل الاجل کہا جاتا ہے) اور وہ قسطوں میں ادا کرنا ہے تو جس قدر قسط اس سال ادا کرنی ہے اتنی رقم کل مال سے منہا کر کے باقی مال پر زکوۃ ادا کی جائے گی۔ اور قرض کی پوری رقم چونکہ فوری طور پر ادا نہیں کرنی ہے اس لئے پوری رقم کل مال میں سے منہا نہیں کی جائے گی۔ (تفصیلات کے لئے کتب فقہ کا مطالعہ کیا جائے) اور اگر پوری رقم کی ادائیگی فوری طور پر کرنی ہے تو پوری رقم کل مال سے منہا کر کے بقیہ پر زکوۃ ادا کی جائے گی۔

حاجت اصلیہ وہ ہے جو انسان کو حقیقۃ یا تقدیراً ہلاک ہونے سے بچائے۔ حاجت اصلیہ سے زائد ہونے سے مراد ایسا مال ہے جو ضروریات زندگی کے علاوہ ہو۔ اور حاجت اصلیہ (ضروریات زندگی) کیا ہیں ان کے بارے میں علامہ طحاوی نے فرمایا: کثیاب المحتاج الیها لدفع الحر والبرد و کالنفقة ودور السکنی وآلات الحرب والحرفة واساس المنزل ودواب الرکوب وکتب العلم لاهلها ۔یعنی ضرورت کے مطابق گرمی اور سردی کے موسم میں پہننے کے کپڑے' کھانے پینے کی اشیاء' رہنے کا مکان' جنگی سامان' پیشہ ورانہ آلات' گھر کا سامان' سواری کے جانور' اور اہل علم کے لئے ضرورت کی کتابیں۔ حاجت اصلیہ کا تعین ہر شخص کے مقام و مرتبہ' پیشہ اور ماحول وطبقات کے اعتبار سے ہوگا۔

کیونکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ ایک وکیل کی ضروریات ایک ٹھیلے والے سے اور ایک مزدور کی ضروریات ایک جج سے مختلف ہوں گی اسی طرح ایک تاجر کی ضروریات ایک عالم سے اور ایک طالب علم کی ضروریات ایک ماہر فن سے مختلف ہوں گی۔ (واضح رہے کہ یہ گفتگو ان اموال کے بارے میں ہے جو زمینوں سے متعلق نہیں' کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کھیت کی جو بھی پیداوار ہو اس میں قرض منہا کر کے زکوۃ نہیں بلکہ کل پیداوار پر عشر یا نصف عشر ہے۔)

تیسری بات یہ ہے کہ زکوۃ اس مال پر ہے جو انسان کی ملک میں ہو۔ اور فقہاء نے لکھا ہے کہ ملک تام ہو یعنی یداً و تصرفاً وہ اس کا مالک ہو۔

ملک تام کی شرط اس لئے لگائی گئی کہ بسا اوقات انسان ایک مال کا مالک تو ہوتا ہے مگر کامل طور پر مالک نہیں ہوتا یعنی کبھی تو مال قبضہ میں ہوتے ہوئے بھی اس کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی (جیسے مالک مکان کے پاس کرایہ دار کا ڈپازٹ) اور کبھی مال قبضہ میں نہیں ہوتا ملکیت میں ہوتا ہے جیسے پراویڈنٹ فنڈ۔ کہ ہوتا ملازم کا ہے مگر قبضہ میں سرکار کے ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسے اموال پر ملکیت تامہ (مکمل ملکیت واختیار) حاصل ہوئے بغیر زکوۃ نہیں۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ بعض اموال انسان کے ایسے ہوتے ہیں جو فی الحال اس کے قبضہ میں اور ملکیت میں نہیں ہوتے لیکن ان پر قبضہ وملکیت تامہ اسے حاصل ہونا محقق (یقینی) ہے۔ جیسے (دین قوی) قرض پر دی ہوئی رقم یا ثمن یعنی فروخت کئے ہوئے مال کی قیمت جس کا ملنا یقینی ہے' تو اس پر فقہاء کے بقول زکوۃ لاگو ہوگی۔ البتہ دین قوی کی رقم کا معاملہ یہ ہے کہ وصولی کے بعد گزشتہ برسوں کی زکوۃ بھی اس پر ادا کرنا ہوگی۔

مال تجارت جو کسی تاجر کی ملکیت میں ہے اور اس پر حولانِ حول یعنی سال گزر گیا' تو اس پر زکوۃ واجب ہے لیکن یہ یاد رہے کہ قیمت خرید کے اعتبار سے نہیں بلکہ اس وقت جو اس کی قیمت ہے (مارکیٹ ویلیو) اس کے حساب سے اس پر زکوۃ ہے۔ جیسا کہ فقہاء نے فرمایا: وتعتبر القیمة یوم الوجوب وقالا یوم الاداء وفی السوائم یوم الاداء اجماعا۔ (در مختار)

شیئرز اور بونڈز پر زکوۃ کے بارے میں عموماً سوال ہوتا ہے کہ ان پر زکوۃ کا کیا حکم ہے تو شیئرز اگر ان کمپنیز کے ہیں جن کا کل سرمایہ تجارت میں لگا ہوا ہے تو شیئرز کی کل مالیت پر اس وقت کی قیمت (مارکیٹ ریٹ) کے حساب سے زکوۃ ادا کرنا ہوگی جو زکوۃ ادا کرنے کے دن مارکیٹ میں تھی۔ اور اگر ایسی کمپنیوں کے شیئرز ہیں جن کا کچھ اثاثہ کارخانون مشینری اور دیگر ضروری عمارتوں میں لگا ہوا ہے اور کچھ کاروبار میں تو جتنا کاروبار میں ہے اس شرح سے شیئرز پر زکوۃ ہوگی جیسے مثلاً جس کمپنی کے شیئرز ہیں اس کا ۷۰ فیصد سرمایہ کاروبار میں ہے اور تیس فیصد مشینری اور کارخانہ وغیرہ میں تو اپنے شیئرز کی کل مالیت کے ستر فیصد پر زکوۃ دینا ہوگی۔ (اور شیئرز کی مالیت زکوۃ ادا کرنے کے دن جو مارکیٹ یا اسٹاک ایکسچینج میں ہے اس سے کیا جائے گا)۔ اور اگر اس کا حساب لگانا ناممکن ہو کہ کتنا سرمایہ کس مد میں لگا ہوا ہے تو احتیاطاً پورے شیئرز پر زکوۃ ادا کی جانی چاہئے۔

یا ایھا الذین آمنو اکتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ☆

حرام (سودی) کاروبار کرنے والی کمپنیوں کے شئرز پر زکوۃ نہیں کیونکہ مال حرام پر زکوۃ نہیں' چنانچہ ایسی کمپنیوں کے شئرز خریدنا ہی حرام ہے۔ اوراس سے اجتناب لازم۔

بونڈز پر زکوۃ کا حکم یہ ہے کہ بونڈز کی رقم بونڈز جاری کرنے والے ادارہ پر قرض ہے اور قرض جب وصول کیا جائے گا تب اس پر زکوۃ بھی دی جائے گی۔ اگر کوئی احتیاطا ہر سال حساب کرکے بونڈز پر زکوۃ دیتا رہے تو کوئی حرج نہیں دے سکتا ہے۔

سونے اور چاندی پر خواہ زیورات کی شکل میں ہو یا کسی اور شکل میں' استعمال میں ہو یا نہ ہو' ہر صورت میں نصاب کے برابر یا اس سے زاید ہونے پر زکوۃ ہے۔ اور نصاب چاندی کا ساڑھے باون تولے اور سونے کا ساڑھے سات تولے ہے۔ البتہ ہیرے اور جواہرات پر زکوۃ نہیں۔ خواہ کتنے ہی قیمتی کیوں نہ ہوں۔ ہاں اگر تجارت کے لئے خریدے ہیں تو پھر مال تجارت ہونے کی بنا پر زکوۃ ہے۔

اب رہا یہ معاملہ کے زکوۃ کس شرح سے اور کسے دی جائے تو کتاب وسنت سے اڑھائی فیصد شرح زکوۃ ثابت ہے اور اس میں ترجیح کسی قریبی عزیز کو حاصل ہے جو تنگ دست ومحتاج ہو' فقیر ہو یا مسکین ہو' مگر یاد رہے کہ اپنے اصل وفرع کو زکوۃ نہیں دے سکتے اصل سے مراد والدین اور ان کے والدین واجداد وغیرہ اور فرع سے مراد اولاد اور اولاد کی اولاد وغیرہ۔ پھر معاشرے کے مساکین و یتامی' محتاج' غریب طبقے کے لوگ اور وہ لوگ جن کا ذکر قرآن کریم میں صراحتا آیا ہے۔

زکوۃ کے لئے مستحق کو تلاش کرنا اور اس تک زکوۃ پہنچانا بھی زکوۃ ادا کرنے والے کی ذمہ داری ہے۔ صرف کسی خیراتی ادارے کو زکوۃ دے کر مطمئن ہوجانا یا بنک اکاؤنٹ سے زکوۃ منہا کروادینا کافی نہیں۔

رہائش کے مکان' سواری کے جانور (گاڑی) اور کارخانہ کی مشینری واثاثہ جات پر زکوۃ نہیں۔

رمضان المبارک میں زکوۃ ادا کرنا ضروری نہیں جب سال پورا ہوجائے زکوۃ واجب ہوگی۔ رمضان المبارک سے رمضان المبارک تک کسی نے سال کا حساب رکھا تو حرج نہیں۔ یہ ضرور ہے کہ رمضان المبارک میں چونکہ نیکی کا ثواب زیادہ ہے اس لئے اگر رمضان المبارک میں زکوۃ دے تو اللہ سے اجر مزید کی امید کی جاسکتی ہے۔ (ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب)

☆ شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للناس وبینات من الھدی والفرقان ☆